Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم وحکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن

عِبَادَةٌ

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موڑوے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اَلْعِبَادَۃُ کا لفظ انتہائی درجہ کی بے بسی اور انکساری ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے۔ (مفردات راغب اصفہانی) عبادۃ کے معنی ایسا کام کرنا ہیں جو دل کے شوق اور رعبت سے سرانجام دیا جائے۔ (ابن فارس) عبد ہر اس تخلیق کو کہتے ہیں جو کسی کی ملکیت میں ہو۔ انسان ہو یا غیر انسان، س طرح تمام موجودات کو عبد کہا جاتا سکتا ہے۔ جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ (مریم: ۹۳) ”نہیں ہے آسمانوں اور زمین میں کوئی مگر یہ کہ وہ رحمان کی بارگاہ میں آیا ہے عبد بن کر۔“ لفظ عِبَادَۃٌ عبد سے بنا ہے لہٰذا اس میں وہی معنی پایا جاتا ہے جو ”عبد“ میں ہے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ عِبَادَۃٌ دو قسم پر ہے۔ (۱) عبادۃ بالتسخیر جس کے لیے قرآن حکیم میں کہا گیا ہے کہ کائنات میں تمام چیزیں اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے ان کے لیے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق کام کرتی ہیں اور منفعت دیتی ہیں۔ (۲) عبادۃ بالاختیار۔ اس کا تعلق صرف عقل والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی عقل والوں کے علاوہ دوسری مخلوق اس کی مکلف نہیں ہے۔ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (البقرہ: ۲۱) ”اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔“ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ (النساء: ۳۶) ”اور اللہ ہی کی عبادت کرو۔“ میں اس دوسری قسم کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جب قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے مقرر تقدیر کے مطابق اپنی تسبیح و سجود یعنی اپنے طبعی کام سرانجام دینے کے عمل میں ہیں تو اسی کے نتیجے میں ہی کائنات میں ان کے افعال منفعت بخش بنتے ہیں۔ اسی طرح انسان بھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لیے مقرر قوانین (تقدیر) پر چلے تو انسان کے افعال بھی منفعت بخش ہو جائیں گے۔ ان قوانین کی جس جس شکل میں پابندی ہو گی وہ تمام عبادت کہلائیں گی۔ انسان اپنی جسمانی محنت کے ذریعہ

سے اپنی دماغی محنت کے ذریعہ سے، اپنی تخلیقی، ڈیوٹی میں سروسز کے ذریعہ سے، اپنی شعبہ جاتی اور فنی صلاحیتوں کے مطابق اس طرح احسن طریقے سے سرانجام دے جس سے دوسروں کی منفعت ہوتی ہو تو یہ کام بھی عبادت کے درجہ میں شامل ہونگے۔ جب کائنات کی بے جان اشیاء انسانوں کے لیے منفعت بخش بنتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس نفعہ بخشی کو تسبیح و سجود شمار کرتے ہیں تو انسان جب اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق انسانوں کی نفعہ بخشی کے جو کام کرے گا تو وہ عبادت کے درجہ میں ہی شمار ہونگے۔

بندگی یا بندہ ہونے کی بنیاد ہی یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے بنائے ہوئے قوانین کی رضا و رغبت کے ساتھ اطاعت کرنا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ (الزمر:۲)

"ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ تو اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے لیے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے۔" اسی اطاعت سے جو زندگی بنتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور شکر کرنے کے لیے اس کے حضور میں جھکتی ہے۔ اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونے اور رکوع و سجود کرنے کا یہ محسوس انداز انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے عبادت کے اس محسوس انداز کو فرض بنا کر صلوٰۃ کی صورت میں ایک اجتماعی شکل دی ہے۔ اسی عبادت سے جس طرح ذکر و شکر کا مقصد حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس سے انسانوں کے ساتھ بھلائی، خیر خواہی، اور تعاون و ہمدردی کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو شخصیت عطا کی ہے، اس کی نشوونما اور ترقی کے لیے یہ دونوں مقتضیات ہیں۔

العبد کا لفظ قرآن حکیم میں چار معناؤں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) اَلْعَبْدُ بمعنی غلام جو اسوقت خرید و فروخت ہوتا تھا۔

اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ (البقرہ:۱۷۸)

"اور غلام کے بدلے غلام۔"

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (النحل:۷۵)

"ایک غلام جو بلکل دوسرے کے اختیار میں ہے۔" ان دونوں آیتوں میں عَبْدٌ کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۲) العبد بالا یجاد یعنی وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس معنی میں عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ (مریم:۹۳)

"تمام شخص جو زمین اور آسمان میں ہیں اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے۔" میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ (۳) عَبْدٌ وہ ہے جو عبادت اور قربانی کی بدولت عبودیت کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔ اس لحاظ سے جن پر عَبْدٌ کا لفظ بولا گیا ہے وہ دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن جاتے ہیں۔ فرمایا:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ (ص:۴۱)

"ہمارے بندے ایوب کا ذکر سناؤ۔"

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (بنی اسرائیل:۳)

"بیشک نوح ہمارے شکر گزار بندے تھے۔"

نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (الفرقان:۱)

"جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔"

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ (بنی اسرائیل:۶۵)

"جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں۔" دوسرے وہ جو مال کی لالچ اور حرص کے غلام بن کر ہر وقت اس کی پرستش میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تَعِسَ عَبْدُالدِّرْهَمِ تَعِسَ

عَبْدُ الدِّیْنَارُ (بخاری و ابن ماجہ) ”درھم و دینار کا بندہ ہلاک ہوا۔“ (۴) عَبْدٌ کے معنی عَابِدٌ یعنی عبادتگذار کے ہیں۔ لیکن عَبْدٌ عَابِدٌ سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وَالنَّاسُ کُلُّھُمْ عِبَادُ اللّٰہِ کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

عَبَّدَ کے معنی مشقت اور منفعت کے دونوں پہلو ہیں۔ لہٰذا عبادت کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو قوانین الٰہی کے قالب میں ڈھال دے تو اس کا نتیجہ منفعت عامہ ہو گا۔ قرآن حکیم میں ہے کہ:

اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (النحل:۳۶)

”کہ اللہ کی بندگی کرو اور سرکش قوتوں سے بچو۔“ یعنی اپنی قوتوں کو سرکش و بے باک رکھنے کے بجائے یا سرکش قوتوں کے منشاء کے مطابق صرف کرنے کے بجائے، قوانینِ الٰہی کے تابع رکھ کر صرف کرو۔ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ (مریم:۴۴) کے معنی بھی یہی ہیں کہ سرکش قوتوں کی اطاعت مت کرو شیطان کا یہ مفہوم آیت کے اگلے ٹکڑے نے واضح کر دیا ہے کہ

اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ (مریم:۴۴)

”بیشک شیطان اللہ کے قوانین و احکام سے سرکشی اختیار کیے ہوئے ہے۔“

قرآن حکیم نے عبادت کے ساتھ احسان کو لازم کیا ہے۔ فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ (النساء:۳۶)

”اور (دیکھو!) اللہ کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور چاہیے کہ ماں باپ کے ساتھ، قرابت داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ،

پڑوسیوں کے ساتھ، خواہ قرابت والے پڑوسی ہوں خواہ اجنبی ہوں، اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسافر ہوں یا تمہارے ماتحتی میں ہوں، احسان اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اکڑنے والا متکبر ہو۔" اسی احسان کے تسلسل میں مزید آیات بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر مال کا فضل کیا ہے اس میں بخیلی نہ کریں بلکہ اسے ضرورتمندوں کے لیے کھلا رکھیں۔ پھر یہ خرچ دکھاوے اور احسان جتانے کے لیے نہ کریں۔ اللہ کی رضا اور آخرت کی بھلائی اسی انفاق سے جڑی ہوئی ہے۔ اس طرح کی جتنی بھی بھلائیاں اور نیکیاں کریں گے تو آپ کا اس میں ذرہ برابر بھی ضایع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا بدلہ اضافے اور بڑھوتی کے ساتھ ملے گا۔

قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ عبد کی عبادت ایسی ہونی چاہیے کہ ایک لمحہ بھی اپنے پروردگار سے غافل نہ ہونے پائے ورنہ اس کی عبادت ظاہری ہوگی نہ کہ حقیقی۔ اس لیے جب ہم اپنی عبادت میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہتے ہیں تو اس میں ایک طرف اپنے خضوع سے عبودیت کا اقرار کر رہے ہوتے ہیں۔ اس عبودیت میں ذکر و شکر کے ساتھ ہماری اطاعت و بندگی کا اقرار ہوتا ہے۔ دوسری طرف اس ذات سے استعانت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ عبادت میں یہ دو طرفہ عمل حقیقی کمیونیکیشن بنتا ہے۔ یعنی آدمی اپنی اطاعت و انکساری پیش کرتا ہے اور اس کے بدلے میں استعانت لے رہا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ (الزمر:۲)

"پس تو عبادت کر اللہ کی خالص و مخلص ہو کر۔"

اس کا مطلب ہے کہ حقیقی عبادت اسی صورت میں ہوگی جب بندہ اسے خلوص و اخلاص کے ساتھ بجالائے۔ خلوص سے مراد ہے کہ اسے حاضر و ناظر تصور کر کے اس کی پرستش کی جائے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور آمنے سامنے ہونے کا۔ اب

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمیونکیشن میں اطاعت یا عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے انانیت و تکبر کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہمیں اَعْبُدُ کی جگہ نَعْبُدُ سکھایا ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے "میں" کے لفظ سے انانیت کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ لیکن "ہم" کے لفظ میں فرد واحد گم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی ایک کا فردی تشخص ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہو گا، اس کے معنی ہونگے:

۱. قوانین خداوندی کی برضا و رغبت اطاعت جس سے نہایت منفعت بخش نتائج مرتب ہونگے۔
۲. عبادت کا محسوس انداز اجتماعی صورت صلوٰۃ میں ہم ادا کرتے ہیں۔
۳. جہاں طاغوت اور شیطان کی عبادت کا ذکر ہو گا اس سے مفہوم یا تو انسان کے خود اپنے جذبات کی اطاعت ہو گی یا حزب الشیطان یعنی مستبد حکمرانوں، گمراہ مذہبی پیشواؤں، قارونوں اور ان کے کارندوں کی اطاعت ہو گی۔ ان تمام بیزاری اور اجتناب۔
۴. جہاں بتوں یا دیوی دیوتاؤں کی عبادت کا ذکر ہو گا وہاں ان کی توہم پرستانہ پرستش مفہوم ہو گا۔
۵. عبادالرحمان کے معنی ہونگے وہ لوگ جو صرف قوانین خداوندی کی اطاعت کریں۔
۶. اجتماعات صلوٰۃ کے رکوع و سجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا محسوس مظہر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی حد تک محدود نہیں۔ اس کی عبادت سے مقصود یہ ہے کہ انسان زندگی کی ہر سانس میں قوانین خداوندی کی اطاعت کرے۔

❖❖